ناول : سایہ ستم

ازقلم : اویس احمد

قسط نمبر : 03

....

صبح کی پہلی کرن افق پر نمودار ہوئی۔
شہر کے قبرستان میں فوجی بینڈ کی مدھم دھن بج رہی تھی۔
قطار میں سفید کفن لپٹے تابوت رکھے ہوئے تھے۔

جن پر سبز پرچم اوڑھے ہوئے تھے۔

یہ وہ سپاہی ہیں۔ “

جو کل رات دشمن کے مقابل کھڑے ہوئے اور جان دے کر ہمارے ایمان کو زندہ رکھا۔
عصام حیدر نے دھیمی آواز میں کہا۔

عائشہ نور کے آنسو قابو سے باہر تھے۔
وہ پہلی بار اپنے ساتھیوں کو زمین کے سپرد ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

مولوی صاحب بلند نے آواز میں کہا۔
شہید زندہ ہیں۔ “
اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔۔۔

یہ قبریں اندھیرا نہیں ، ان کے لئے جنت دروازے ہیں۔

لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

فضا میں کلمہ طیبہ کی سدا گنج راہی تھی۔

(لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ’)

عصام حیدر نے عائشہ نور کو قریب کھڑے ہو کر کہا۔
یہی اصل فتح ہے مِس عائشہ۔ “
دشمن لاکھ حملے کرے۔
لیکن جب تک ایمان زندہ ہے، ہم شکست نہیں کھا سکتے۔

سر ۔۔۔ آج مجھے پہلی بار لگا کہ یہ مشن صرف زمین کا نہیں، یہ آسمان کا بھی ہے۔
یہ دین کی جنگ ہے۔

عصام حیدر نے نگاہیں شہیدوں کی قبروں پر جما دیں۔
ہاں ..... اور ان کی قربانی ہمیں ہمیشہ یاد دلاتی رہے گی کہ ہمیں پیچھے نہیں ہٹنا۔ “
کیونکہ یہ مشن ... اللہ کے نام پر ہے۔

ہوا میں سبز پرچم لہرا رہا تھا۔
قبرستان کی خاموش فضا میں صرف اذکار کی آواز گونج رہی تھی۔

اور ان کے دلوں میں ایک ہی عزم تھا۔
یہ سفر اب رکنے والا نہیں ہے۔

....

شہدا کے جنازے کے بعد شام کا وقت تھا۔

قبرستان سے واپسی پر فضا میں اب بھی وہی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔
(جو دل کو چیر کر رکھ دیتی تھی)

"ہر آنکھ نم تھی، مگر دل میں ایک ہی صدا تھی۔

ہم شہیدوں کے وارث ہیں، ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

عصام حیدر گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔
گاڑی کے شیشے کے پار اسے تازہ قبروں کے سبز جھنڈے دیکھائی دے رہے تھے۔

وہ آنکھیں بند کر کے دل ہی دل میں دعا پڑھ رہا تھا۔

یا اللّٰہ ! ہمیں اپنے شہداء کے خون کا قرض ادا کرنے کی توفیق دے۔

عائشہ نور خاموشی سے اس کے پہلو میں بیٹھی تھی۔
اس کی آنکھیں اب بھی رونے سے سرخ تھیں۔
اس نے دھیرے سے کہا۔

سر ۔۔ آج پہلی بار مجھے لگا کہ موت بھی کتنی حسین ہو سکتی ہے.... اگر وہ اللّٰہ کے راستے میں ہو۔

عصام حیدر نے گہری نظر سے اس کی طرف دیکھا۔
ہاں مس عائشہ ۔۔۔ شہادت اصل کامیابی ہے۔ "
لیکن ۔۔۔

وہ رکا، آواز بھاری ہو گئی۔۔

کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ زندگی کا مقصد بھی اتنا ہی پاکیزہ ہو..... جتنا موت کا۔

عائشہ نے نظریں جُھکا لیں، دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔
اگر زندگی کا مقصد ایمان کے ساتھ جڑا ہو.... اور اس میں ایک دوسرے کا سہارا مل جائے.... تو شاید یہ "
بھی ایک طرح کی کامیابی ہے۔

چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔

اسی لمحے عصام حیدر کے موبائل فون پر کال آئی۔

باسم عباس بھاری آواز میں بولے۔
سر ۔۔۔ ہمیں خبر ملی ہے سرحدی علاقے میں کچھ ہتھیار اسمگل ہو رہے ہیں, ذرائع کے مطابق یہ سیدھا
ملک حاکم کے نیٹورک تک جا رہے ہیں۔

عصام حیدر کی آنکھوں میں فولادی چمک اتر آئی۔

یعنی یہ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی۔ "

عائشہ نور نے چونک کر کہا۔
سر ۔۔۔ اگر یہ ہتھیار دشمن کے ہاتھ لگ گئے تو اگلا حملہ ہم نہیں روک پائیں گے۔

عصام حیدر نے پرعزم لہجے میں کہا۔
تو پھر فیصلہ وضع ہے۔ ہم ان تک پہنچیں گے.... اور ان کے کھیل کو ختم کریں گے۔

یہ شہیدوں کے خون کا تقاضا ہے۔

....

دور کہیں اندھیروں میں ملک حاکم ایک سیاہ میز پر بیٹھا نقشہ دیکھ رہا تھا۔

اس کے لبوں پر وہی طنزیہ مسکراہٹ تھی۔
اب کی بار کھیل بڑا ہوگا، اور ان کے ایمان کو بھی توڑنا میرا ہدف ہے۔

رات ساڑھے آٹھ بج چکے تھے۔
رات تاریکی میں ڈوب رہی تھی۔
فوجی کیمپ کی چھوٹی سی مسجد میں چند لوگ سجدے میں جھکے اللہ سے مدد مانگ رہے تھے۔

عصام حیدر بھی مصلے پر بیٹھا دعا کر رہا تھا۔
یا اللہ ! یہ جنگ تیری رضا کے لئے ہے۔
اگر ہمیں جان دینی پڑے ... تو قبول فرما۔
اگر زندہ رہیں.... تو اپنی امانتوں کے تحفظ کے قابل بنا۔

آمین کی صدا کے ساتھ مسجد میں ایک عجیب سا سکون پھیل گیا۔.
....

عائشہ نور ٹیریس پر کھڑی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔
ستارے چمک رہے تھے، جیسے اندھیروں میں اُمید کے چراغ ہوں۔

عصام حیدر باہر آیا تو وہ چونک گئی۔
آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں ؟ عصام حیدر نے پوچھا۔
ہاں سر ... بس سوچ رہی تھی، موت اور زندگی کے بیچ کتنا فاصلہ ہے .... اور ہم روز اسے عبور کرتے ہیں۔

عصام حیدر نے ہلکی مسکراہٹ سے کہا۔
فرق صرف اتنا ہے کہ مومن کے لئے یہ فاصلہ اللہ کے قریب لے جاتا ہے۔

عائشہ نے نے نظریں جھکائیں، پھر مدھم آواز میں بولی,
سر ... اگر کل ہم واپس نا آئے تو...؟

عصام حیدر لمحہ بھر خاموش رہا، پھر مضبوط لہجے میں بولا۔.
تو ہم شہداء کے کافلے میں شامل ہوں گے۔
لیکن مس عائشہ۔ میرا دل کہتا ہے کہ ابھی ہمیں بہت سا سفر طے کرنا ہے.... ساتھ ساتھ

یہ سنتے ہی عائشہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔
وہ کچھ بول نہ سکی، صرف ہلکی مسکراہٹ لبوں پر آ گئی۔
....

اگلی رات ٹیم بارڈر کے قریب پہنچی۔
وہاں ویرانی، پہاڑ اور ریتلا میدان تھا۔

دور سے ٹرکوں کی ہیڈ لائٹس نظر آ رہی تھیں، جو خفیہ راستے سے اسلحہ لے رہے تھے۔

یہی یوہ کھیپ ہے جسے ملک حاکم لوگ وصول کرنے والے ہیں، باسم عباس نے کہا۔

عصام حیدر نے سر ہلایا۔
ہمیں انہیں یہ ہتھیار نہیں لینے دیں گے، سب اپنی پوزیشن لے لو۔

اچانک خاموشی کو گولیوں کی آواز نے توڑ دیا۔
اندھیرے میں دشمن کے لوگ نکل آئے تھے۔
گولیاں بارش کی طرح برسنے لگیں۔

باسم عباس اور باقی ٹیم ممبر نے فوراً جوابی فائرنگ شروع کر دی۔

سر --- یہ ٹرک جدید ٹیکنالجی اور بلٹ پروف بنائےگئے ھیں، انکو صرف جی پی ایس کے ذریعے روکا جا سکتا ہے۔

تو دیر کس بات کی ہے فوراً اپنا کام شروع کریں آپ عصام حیدر کی آواز میں غصہ اور کرب تھا۔

سر -- میں نے انکے انجن سسٹم لاک کر دیئے ہیں، اب یہ گاڑیاں ہل نہیں سکتیں۔

کمال ہے، مس عائشہ --- عصام حیدر نے کہا اور آگے بڑھتے ہوئے دشمن کو قابو کرنے لگے۔

جیسے ہی سب قابو میں لگ رہا تھہ
اچانک ایک خودکش زور دار دھمکا ہوا۔۔

زمین ہل گئی۔

دھویں اور مٹی کے بادل میں سے ایک مانوس آواز ابھری۔

تم سمجھتے ہو مجھے روک سکتے ہو ؟
یہ کھیل ابھی ختم نہیں ہوا، کیپٹن عصام حیدر۔
یہ آواز جانی پہچانی لگ رہی تھی۔

....

رات کے اندھیرے میں دھماکے کے بعد ہر طرف دھواں اور گرد پھیل گئی تھی۔
گولیاں اب بھی وقفے وقفے سے چل رہی تھی۔

سر--- یہ خودکش دھماکہ صرف ڈھال تھا.... اصل کھیل ابھی باقی ہے۔

عائشہ نور اور ہبہ علی دونوں کی نظریں لیپٹاپ کے سکرین پر جمی ہوئی تھی۔

سر --- ایک ٹرک ابھی بھی سگنل کے ساتھ حرکت میں ہے.. باقی سب لاک ہو چکے ہیں۔

یہ یقینا براہ راست ملک حاکم کے آدمیوں کے قبضے میں ہے۔

عصام حیدر نے گرد آلودہ فضا میں سانس بھرتے ہوئے کہا۔
پھر ہمیں اس آخری قافلے کو روکنا ہوگا... چاہے جان چلی جائے۔
....

دو پہاڑوں کے بیچ ایک خفیہ غار نما ٹھکانے میں ملک حاکم اپنے آدمیوں کے ساتھ نقشے پر انگلی پھیر رہا تھا۔

یہ صرف ہتھیار نہیں، یہ ان کے حوصلوں پر حملہ ہے۔

اگر یہ کھیپ ہمارے ہاتھ آ گئی تو ان کا ایمان بھی لرز جائے گا۔
اس کے ساتھ کھڑا ایک نقاب پوش آدمی بولا۔
کیپٹن عصام حیدر بار بار ہمارے منصوبے برباد کر رہا ہے، اس بار اسے زندہ واپس نہیں جانا چاہئے۔

ملک حاکم نے طنزیہ قہقہہ لگایا۔

وہ زندہ رہے یا مرے... مجھے فرق نہیں پڑتا۔
میرا اصل ہدف یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اپنی شکست دیکھے۔
. . . .

رات کے آخری پہر ٹیم نے دشمن کے ٹرک کا پیچھا شروع کر دیا۔

چاندنی میں پہاڑوں کی ڈھلوانیں تیز رفتار سے پیچھے چھوٹ رہی تھیں۔

سر --اگر یہ ٹرک بارڈر کراس کر گیا تو ہم سب کچھ کھو دینگے۔

باسم عباس کی آواز میں لرزش تھی۔

عصام حیدر نے اس کی طرف ایک نظر ڈالی، پھر سخت لہجے میں بولا۔
یاد رکھو کیپٹن باسم ... مومن کبھی ہارتا نہیں، یا فتح، یا شہادت۔

گاڑیوں کا تعاقب خونزیز فائرنگ میں بدل گیا۔

دشمن کی گولیوں سے اندھیرا چمکنے لگا۔
باسم عباس نے ایک گرنیڈ کی پن کھینچتے ہوئے پھینکا، دھماکے سے پہاڑی لرز گئی، اور ایک ٹرک کھائی میں جا گرا۔

لیکن وہ آخری ٹرک تیزی رفتاری سے نکل گیا۔

عائشہ نور نے اچانک لیپ ٹاپ سکرین پر دکھاتے ہوئے چیخ ماری۔

سر -- اس ٹرک میں صرف ہتھیار نہیں،، ایک پورا نیو رونک سسٹم ہے جو پورے شہر کے ڈیفنس سسٹم کو ناکارہ بنا سکتا ہے۔

عصام حیدر کے چہرے پر ایک لمحے کو سناٹا چھا گیا۔
یعنی یہ صرف جنگ نہیں... یہ پورے شہر پر قبضے کی پیش بندی ہے۔

اب فیصلہ کن معرکہ قریب ہے۔
ہمیں انہیں آخری حد تک روکنا ہوگا ... ورنہ یہ شہر اندھیروں میں ڈوب جائے گا۔

دور پہاڑوں کے پیچھے فجر کا وقت قریب تھا۔
فضا میں ہلکی روشنی پھیلنے لگی تھی۔
عصام حیدر نے دل ہے دل میں دعا کی
یا اللہ! اگر یہ میرا آخری سفر ہے، تو اسے قبول فرما۔
اور ان کے سامنے ایک نیا محاذ کھل گیا--- جہاں صرف ہتھیار نہیں بلکہ پورے ایمان کی جنگ لڑی جانے والی تھی---
. . . .

رات کا پھیلتا اندھیرا ایک بار پھر بارڈر کے پہاڑوں پر گہرا ہو رہا تھا۔

دھماکوں اور فائرنگ کے بعد خاموشی چھا گئی تھی، مگر یہ خاموشی کسی نئے طوفان کا اشارہ تھی۔

پہاڑوں کے بیچ زیر زمین اڈے میں ملک حاکم اپنے چند قریبی ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔
اس بار اس کے ساتھ دہشت گرد نہیں بلکہ وہ چہرے موجود تھے جو کبھی ملکی خفیہ اداروں کے بڑے نام سمجھے جاتے تھے۔۔

ریٹائر انٹیلیجنس آفیسر کمیلا خان نے ٹیبل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
ہم نے اپنے ہی اداروں کو بنایا... اب ہم ہی ان کے خلاف استعمال کریں گے ۔
ہمارے پاس وہ راز ہیں جو ان کے موجودہ افسران کو بھی نہیں معلوم۔

دوسرا آفیسر ، کرنل آفتاب خان گھری آواز میں بولا۔
ملک حاکم ! یہ کھیل صرف بارڈر پر نہیں رہے گا۔
اب تمہارے پاس وہ نیو رونک سسٹم ہے جو پورے شہر کے ڈیفنس کو ناکارہ بنا سکتا ہے۔

ایک بار اسے چلا دیا تو ان کے پاس بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

ملک حاکم نے غرور سے قہقہہ لگایا۔

تو پھر تیاری مکل ہے، اب کی بار یہ جنگ ان کے ایمان نہیں، ان کے نظام پر ہوگی۔
....

کیمپ میں زخمی سپاہیوں کے زخموں پر مرہم پٹی ہو رہی تھی۔

باسم عباس جو خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا، پھر اچانک بولا۔
سر --- مجھے یقین ہے کہ ملک حاکم اکیلا نہیں، اس کے ساتھ کوئی ایسا ضرور شامل جسے ہمارے ڈیفنس کے اندرونی راز معلوم ہیں۔

ہاں۔۔ کیپٹن باسم.... یہ کسی اندرونی ہاتھ کی کارستانی ہے۔
ہمیں ان خفیہ چہروں کو بھی بے نقاب کرنا ہوگا، ورنہ ملک حاکم کا ہر وار ہمیں توڑ سکتا ہے۔

باسم عباس نے سخت لہجے میں کہا۔

سر ، ہمیں جلدی کرنی ہوگی۔
اگر وہ سسٹم ایک بار ایکٹیو ہو گیا تو شہر چند لمحوں میں تباہ ہو جائے گا۔

رات کے تقریباً ایک بجے کا ٹائم تھا، ٹیم دشمن کے اڈے پر حملہ اوور ہو گئی۔

ریٹائرڈ آفیسر کمیلا خان نے سخت مزاحمت کی، مگر عائشہ نور نے اس کے انکرپٹڈ سسٹم کو ہیک کر کے ناکارہ بنا دیا تھا۔

کرنل آفتاب خان بھی جنگ کے میدان میں ڈٹ گیا، مگر باسم عباس کی کی گولی نے اسے ڈھیر کر دیا۔
ملک حاکم آخری دم تک لڑتا رہا، مگر جب شکست یقینی ہوئی تو اس نے اندھیرے کا فائدہ اٹھایا اور وہاں سے نکل گیا۔
....

رات کے دھندلکوں میں فوجی کیمپ پرسکون لگ رہا تھا۔

بارڈر کی لڑائی کے بعد چند دن خاموشی نے سب کچھ لمحے کا سکون دیا تھا۔

مگر یہ سکون صرف باہر تھا، اندر دلوں میں طوفان مچ رہا تھا۔

عصام حیدر کیمپ کی لائبریری میں بیٹھا فائلز دیکھ رہا تھا۔
عائشہ نور خاموشی سے آئی اور اس کے سامنے رکھے کاغذات پر نظر ڈالی۔

سر ... کب تک آپ اتنے بوجھ کو تنہا اٹھاتے رہیں گے؟ "
عصام حیدر نے چونک کر اسے دیکھا۔
یہ بوجھ میرا فرض ہے، مس عائشہ۔
زندگی کا مقصد اگر ایمان ہو تو تھکن بھی عبادت لگتی ہے۔

عائشہ نور کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔
اور اگر مقصد کے ساتھ ... کوئی اپنا بھی ہو... تو شاید یہ سفر اور بھی آسان ہو جائے ؟ "
چند لمحے کے لئے دونوں خاموش رہے۔

عصام حیدر کی آنکھوں میں وہ جذبہ جھلکنے لگا جو اس نے کبھی کسی کے سامنے نا آنے دیا تھا۔

اگلے دن کیمپ کی چھوٹی سی مسجد میں نماز کے بعد عصام حیدر باہر آیا تو عائشہ نور وہی ٹیریس پر کھڑی آسمان دیکھ رہی تھی۔

ہوا کے جھونکے اس کے بالوں کو چھو رہے تھے۔
آپ کو ستارے دیکھنے کا شوق ہے ؟" عصام حیدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "

عائشہ نور نے نظریں جھکائیں

ہاں ... کیونکہ ستارے ہمیشہ اندھیروں میں بھی
روشنی دیتے ہیں۔
بالکل کچھ لوگوں کی طرح...... جو مشکل وقت میں سہارا بن جاتے ہیں۔

کاش میں بھی ایسا سہارا ثابت ہو سکوں۔
(عصام حیدر نے دل ہے دل نے میں کہا)

عصام حیدر یہ سوچتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف نکل گئے۔

کیمپ کی رات پرسکون تھی، لیکن سپاہیوں کے دلوں میں لڑائی کے زخم ابھی تازہ تھے۔

مشن مکمل ہونے کے بعد کمانڈ نے ٹیم کو چند دنوں کی چھٹیاں دے دی تھیں تاکہ ہر کوئی اپنے گھر جا کر سکون کا سانس لے سکیں۔

عائشہ نور، ہبہ علی اور باسم عباس اپنے اپنے گھروں کو لوٹنے کی تیاری کر رہے تھے۔

سر، آپ بھی گھر جائیں... آپ کی فیملی انتظار کر رہی ہو گی۔

عائشہ نور نے نرم لہجے میں کہا۔

عصام حیدر چند لمحے خاموش رہا، پھر سر ہلا دیا۔
ہاں... اب وقت ہے کہ ماں کو دیکھوں۔"
بہت دن ہو گئے ہیں۔

سب لوگ تیار ہو کر اپنے اپنے گھروں کی طرف گامزن تھے۔

عصام حیدر اور باسم عباس بھی اپنے تیاری میں لگ چکے تھے۔

ونگ کی گاڑیاں سیکیورٹی کے ساتھ سب کو ٹرین اسٹیشن تک چھوڑ کر واپس ونگ کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

عصام حیدر اور باسم عباس ٹرین میں بیٹھ چکے تھے، ہبہ علی، اور عائشہ نور بھی ٹرین پکڑ کر نکل چکی تھیں۔

ٹرین کے سفر میں کھڑکی کے پار تیز دوڑتے مناظر دیکھ کر عصام حیدر کو اپنے بچپن کی یاد آنے لگی۔
بابا جان... جو فوج کے مشن میں شہید ہو گئے تھے۔

بہن... جو ہمیشہ بھائی کی واپسی کے لیے دعائیں کرتیں۔

اور ماں... جو دروازے پر نظریں جمائے بیٹھی رہتیں۔

تقریباً، ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے ہو چکا تھا اور اسٹیشن قریب تھا۔

عصام حیدر نے پینٹ کی جیب سے اپنا موبائل نکلا اور کال ملائی ، ہیلو ویکی گاڑی لیکر سٹیشن پہنچ جاؤ میں کچھ ہی دیر میں اسٹیشن پہنچنے والا ہوں لیکن گھر میں کسی کو بھی پتہ نہیں چلنا چاہئے۔

ڈرائیور ویکی گاڑی لیکر سٹیشن پہنچ چکا تھا۔

عصام حیدر بھی پرسکون سفر کے بعد ٹرین سے اتر کر گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر ٹیک لگائے بیٹھا اور گھر کی طرف نکل گئے۔

جیسے ہی گاڑی گلی میں رکی، دروازہ کھلا اور ماں کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ خوشی کی چمک اُتری۔

عصام“

ماں نے بیٹے کو سینے سے لگا لیا۔

بیٹا... تم تو اچانک آ گئے۔“
کیوں نہیں بتایا؟ دل کی دھڑکنیں بڑھ جاتی ہیں جب تمہاری خبر نہ ہو...

عصام نے ماں کے ہاتھ تھام لیے۔
ماں... فوجی اپنے آنے کی خبر نہیں دیا کرتے، کیونکہ دشمن بھی انتظار میں ہوتا ہے۔“

عصام حیدر کی ماں کے آنکھوں میں آنسو بھر آئے، مگر ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

”الحمدللہ، میرا بیٹا صحیح سلامت آ گیا...“
بیٹا... پتہ ہے میں روز دعا کرتی ہوں کہ میرا لا واپس آ جائے۔“

آ گیا ہوں امّاں جان، بھوک لگی ہے ناشتہ تیار کریں باقی لوگ کہاں ہیں عصام حیدر نے اپنی ماں سے کہا۔

بیٹا صبح صبح کا وقت ہے سب سو رہے ہیں، عصام حیدر کی ماں نے مسکرا کر جواب دیا۔

اچھا ٹھیک ہے میں فریش ہو رہا ہوں آپ ناشتہ تیار کریں پھر سب مل کر ناشتہ کرتے ہیں تب تک باقی لوگ بھی جاگ جائیں گے۔
عصام حیدر بولتا ہوا بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے سے شلوار قمیص میں ملبوس مسکراتا ہوا چہرہ دکھائی دیا۔

مسکراتے ہوئے اُسکی سیدھی گال پر ڈمپل اُبرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

مما ---- مما، ناشتہ کی ٹیبل پر بیٹھے اذلان حیدر کی آواز گونجی تھی۔
بھائی کب آئے ہیں، آپ نے بتایا کیوں نہیں مجھے، وہ بھاگتا ہوا عصام حیدر سے گلے لگ گیا۔

ارے، میرے شیر ابھی آیا ہوں کیسے ہو تم عصام حیدر نے اذلان حیدر کے کندے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔
ٹھیک ہوں کیپٹن صاحب آپ بتائیں کیسے ہیں، اذلان حیدر نے مزاخیہ انداز میں پوچھا۔

کیپٹن بلکل ٹھیک ہے۔
چلو بھوک لگی ہوئی ہے، پراٹھوں کی خوشبو سے بھوک اور بڑھتی جا رہی ہے،ابھی اور برداشت نہیں ہو رہا باقی باتیں بعد میں کریں گے حیدر برادرز مزاخیہ موڈ میں ٹیبل کی طرف بڑھ رہے تھے۔

کیپٹن عصام حیدر ایک عدد آپکی بہن بھی ہے ادھر بھی دیکھ لیں۔
عصام حیدر کی بہن عنایا حیدر نے بولا۔

ماشاء اللہ میری چٹکی کتنی پیاری لگ رہی ہو عصام حیدر نے عنایا حیدر کو گلے لگایا اور سر پر بوسہ دیتے ہوئے ناشتے کی ٹیبل کی طرف جانے لگے۔